مسطفے کمال اتا ترک

مصطفٰے کمال ترکی کے پہلے صدر تھے - انہوں نے ترکی کو 1923 میں بطور جمہوریہ قائم کیا - 'اتاترک ' ان کی کُنیت تھی جو ترکی کی پارلیمان نے اُنہیں دی۔

مصطفٰے کمال 1881 میں سلونیکہ میں پیدا ہوئے- یہ شہر ایک یونانی بندرگاہ تھا جسے 1430 میں ترکی کی عثمانیہ سلطنت نے فتح کیا اور اس کا نام بدل کر سلونیکہ رکھا۔ اُنیس سو بارہ میں یونان نے بندرگاہ کو دوبارہ حاصل کرلیا اور اس کا اصلی یعنی یونانی نام تھیسیل اونیکی بحال کردیا۔

مصطفٰے جب سات برس کے ہوے تو ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ ان کی والدہ نے اُنہیں ایک مذہبی اسکول میں ڈالا ، مگر تھوڑے ہی عرصے بعد وہ ایک سیکیولر (یعنی دُنیوی) اسکول میں داخل ہوگئے۔ وہاں سے فارغ ہوکر وہ ایک ملٹری اسکول میں داخل ہو ئے۔ یہاں ان کی کارکاردگی بہت اچھی رہی - یہاں تک کہ حساب کے ایک استاد اُن کے کام سے اتنے متاثر ہوئے کہ اُنہوں نے مصطفے کو 'کمال' کا لقب دے دیا۔ یہ لقب 'مصطفے کمال' کی شکل میں ساری عُمر ان کے ساتھ رہا۔

ملٹری ہائی اسکول میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد انھوں نے استمبول (اس زمانے میں ترکی کا دارا لسلطنت) میں واقع ملٹری ایکیڈمی میں داخلہ لیا۔ آخر میں سٹاف کالج میں جاکر انہوں نے اپنی تعلیم اور فوجی تربیت مکمل کی۔

اپنے فوجی پیشے میں مصطفے نے بہت شہرت اور عزت پائی۔ اس کے علاوہ اُنہوں نے چند سیاسی تحریکوں میں بھی حصہ لیا۔ ان میں سے ایک کا نام نوجوانانِ ترک انقلاب تھا۔ اس تحریک نے عثمانیہ سلطان عبدل حمید دوم کو حکومت سے سبکدوش کر دیا۔ جس کے بعد ان کے بھائی نے ان کی جگہ لی۔

پہلی عالمی جنگ انیس سو چودہ میں شروع ہوئی اور چار سال تک جاری رہی۔ ترکی نے اس جنگ میں مرکزی طاقتوں، یعنی جرمنی ، ہنگری، آسٹریا، بلغاریہ، کا ساتھ دیا - دوسری طرف اتحادی تھے جن میں فرانس ، برطانیہ، روس اور اٹلی شامل تھے۔ مرکزی طاقتیں ہار گئیں، اور اتحادی جیت گئے۔ اب ہاری ہوئی عثمانیہ سلطنت (یعنی ترکی) اتنی کمزور ہوچکی تھی کہ جب اتحادیوں ، خاص طور پر برطانیہ اور فرانس ، نے ترکی کا بٹوارہ کر کے اس کے کئ حصوں پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا تو وہ کچھ نہ کر سکی۔

چنانچہ امصطفے کمال نے ، جو اس وقت ترک قومی تحریک کے لیڈر تھے ، ترک آزادی کی جنگ کے ذریعے اتحادیوں کے منصوبے کو ناکارہ بنا دیا - اور پھر اُنیس سو بائیس میں عُثمانیہ سلطنت کو ختم کردیا گیا۔

1923 میں ترکی کی نئ سرحدیں، خودمختاری ، اور جمہوریت تسلیم کرلی گئیں۔ ترکی کا نیا دارالسلطنت اب انکارہ تھا اور ملک کے پہلے صدر مصطفے کمال تھے۔

مصطفے کمال نے نیا عہدہ سنبھالتے ہی اصلاحی کاوشیں شروع کردیں۔ اُن کا عزم تھا کہ وہ ترکی سے غربت ، اور عِلم کا فُقدان دور کردیں گے۔ عورتوں کو ان کے حقوق دلوائیںگے، اور ترکی کو دنیا کے ترقی یافتہ ترین ممالک کے برابر لا کھڑا کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے ملک میں ہزاروں اسکول کھلوائے، جن میں ہر ترک لڑکا یا لڑکی کی تعلیم مفت اور لازمی تھی۔ (ان اقدامات کے رائج ہونے سے پہلے ترکی میں خواندگی کی شرع دس فی صد تھی۔ دیہی علاقوں میں اس سے بھی کم تھی ، عورتوں کی تعلیم صفر فی صد سے کچھہ ہی زیادہ تھی۔)

ترکی زبان اس زمانے میں عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔ مصطفے کمال نے 1928 میں عربی کی جگہ لاطینی رسم الخط متعارف کروایا۔ (جس میں انگریزی، اور یورپ کی کئ دوسری زبانیں لکھی جاتی ہیں)۔ رسم الخط بدلنے کی جو وجوہات بتائ گئیں وہ یہ تھیں:

1۔ ترکی زبان میں کئی آوازیں ایسی تھیں جن کا عربی رسمم الخط میں لکھنا دشوار تھا۔ مگر لاتینی رسم الخط میں آسان تھا۔

2 ۔لاطینی رسم الخط میں لکھی ہوئی ترکی زبان ترک زیادہ آسانی سے سیکھہ لیتے تھے۔

3۔ ترکی زبان کو عربی رسم الخط سے لاطینی رسم الخط میں منتقل کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ مصطفے کمال ترکی کو یورپ کے ان ممالک سے قریب کرنا چاہتے تھے جو جدید علوم میں بہت ترقی کررہے تھے۔ اور جن کی زبانوں میں یہ سارا علم محفوظ ہوتا جارہا تھا۔

ترکی میں بہت مدرسے ہوا کرتے تھے۔ مصطفے کمال نے ان میں سے بیشترکو بند کروا دیا۔ جو تھوڑے بہت مدرسے کھلے رہے وہ فقط ان طالب

علموں کے لیے تھے جو مسجدوں کے امام بننا چاہتے تھے۔

لاطینی رسم الخط متعارف کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ ترکی میں خواند گی کی شرح تیزی سے بڑھنے لگی۔ یہاں تک کہ دس ہی سال میں 10 ٪ سے بڑھہ کر تیس فی صد ہوگئی۔

20 / 25 میں چند ممالک کی خواندگی فی صد : ترکی ٪ 97 - ایران ٪ 91- بنگلہ دیش ٪ 75 - بھارت ٪ 66 - پاکستان ٪ 60 – افغانستان ٪43

مصطفے کمال اپنے ملک میں خواندگی کی شرح بڑھانے کے اتنے خواہش مند تھے کہ وہ اکثر اسکولوں میں جاکر خود طالب علموں کو لاطینی رسم الخط سکھایا کرتے۔ ان کا مشاہدہ تھا کہ بچے عربی کے مقابلے میں لاطینی رسم الخط میں پڑھنا جلدی سیکھہ لیتے تھے۔ ترکی میں عورتیں خواندگی میں مردوں سے بھی بہت پیچھے تھیں۔ چنانچہ مصطفے کمال لڑکوں ا اور لڑکیوں کو اسکول اور کالج میں ساتھ پڑھنے کی حمایت کرتے تھے۔

چونکہ وہ مردوں اور عورتوں کی برابری پر یقین رکھتے تھے، انھوں نے وراثت اور طلاق کے پرانے قانون کو ختم کرکے عورتوں کو مردوں کی برابری دی۔ اسی طرح انہوں نے عورتوں کو پوری طرح مردوں کے ساتھ سیاست میں بھی برابری دی۔ چنانچہ 1934 میں ترک عورتوں کو ووٹ ڈالنے کا حق مل گیا، جو تب تک یورپ تک کے کئی ممالک میں نہیں ملا تھا۔

1934 میں ایک اور نیا قانون ترکی میں رائج ہوا۔ وہ یہ کہ ہر ترک کی کُنیت (خاندانی نام) بھی ہونی چاہیے۔ ترک پارلیمان نے مصطفے کمال کو اتاترک کی کنیت سے نوازا۔ جس کا مطلب ہے ترکوں کا باپ ۔ وہ اپنے ملک کو ذہنی، علمی، اور معاشی پسماندگی سے نکال کر روشن خیالی کی دنیا میں لائے تھے ، سامراجی طاقتوں کی ترکی کو ٹکرے ٹکرے کرنے کی کوشش کو ناکام بنایا تھا۔ اس کے علاوہ ترکوں کو ایک آزاد جمہوریت کے باسی ہونے کا بڑا اعزاز فراہم کیا تھا ۔ ان سب کاموں کے علاوہ انہوں نے کتابیں لکھیں ، اور رات گئے تک لکھنے پڑھنے میں مشغول رہتے تھے۔

اتاترک کا انتقال نسبتاً کم عمری میں ہوا۔ یعنی 57 سال میں َ۔ مگر اتنے عرصے میں وہ ایک ملک اور اس کے باسیوں کی قِسمت تبدیل کر گئے۔

****

آمنہ اظفر